بسم اللہ الرحمن الرحیم

صبح امید

ادراکِ حالِ ما ز نگہ میتوان نمود
حرفے ز حالِ خویش بہ سیما نوشتہ ایم

کیا یاد نہین ہمین وہ ایام؟ جب قوم تھی مبتلاے آلام
وہ قوم کہ جان تھی جہان کی جو تاج تھی فرقِ آسمان کی
تھے جسپہ نثار فتح و اقبال کسریٰ کو جو کر چکی تھی پامال!
گُل کر دیے تھے چراغ جسنے قیصر کو دیے تھے داغ جسنے
وہ نیزۂ خون فشان۔ کہ چلکر ٹھہرا تھا فرانس کے جگر پر!
روما کے دھوین اوڑا دیے تھے اٹلی کو کنوین جھنکا دیے تھے
با اینہمہ جاہ و شوکت و فر اقلیمِ ہنر بھی تھا مسخر
ہیئت مین بلند پایہ اوسکا تھا فلسفہ زیر سایہ اوس کا
منطق مین ہوا جو گرم جولان تھامے تھے رکاب مصر و یونان

میدانِ سخن جو روبرو تھا — فارس کی زبان پہ چڑّ قو تھا
جو فلسفیانِ ہند و چین سے تھے — خرمن سے اوسی کے خوشہ چین تھے
یہ قوم کہ تاجِ آسمان تھی — اب کوئی گھڑی کی میہمان تھی
تھے جان کے پڑ گئے جو لالے — ہر سانس پہ لیتی تھی سنبھالے
جس چشمے سے اِک جہان تھا سیراب — وہ سوکھ کے ہو رہا تھا بے آب
پامال ہوا تھا بوستاں کیا! — آئی تھی بہار پر خزاں کیا!
وہ ابر کہ چھا رہا تھا یکسر؛ — دو دن ہوئے کھل گیا برس کر؛
پستی نے دبا لیا فلک کو — خورشید ترس گیا چمک کو
اب خضر کو گمرہی کا ڈر ہے — عیسیٰ کو تلاشِ چارہ گر ہے
جو ابر ابھی برس گیا ہے — اِک بوند کو اب ترس گیا ہے
اسلام کی جان پر بنی ہے — دم توڑ رہا ہے جانکنی ہے!
ہر چند یہ ہو چکی تھی حالت — ہم تھے وہی مستِ خوابِ راحت
غفلت نے ڈبو دیا تھا ہمکو؛ — تقلید نے کھو دیا تھا ہمکو
مٹنے پہ جو تھا نشاں ہمارا — خواب اور ہوا گراں ہمارا
غفلت کے یہ چل رہے تھے جھونکے — گو صبح ہوئی - پہ ہم نہ چونکے؛
کس نیند مین سو گئی تھین آنکھین؟ — بیکار سی ہو گئی تھین آنکھین

ادراک وخرد سے برطرف تھا
دل یا کوئی پارۂ خزف تھا؟

بیکار تھا۔ بے نظام تھا دل
پہلو مین برائے نام تھا دل

تھے ہوش وحواس سب معطل
سیدھی تھی غرض ایک بھی کل

تھی روز بروز حالت ابتر
بن بنکے بگڑ چلا مقدر

پیچھے ہٹنے لگی تھی بڑھ بڑھکر
دریا یہ اوتر چلا تھا چڑھ چڑھکر

عزت نرہی۔ نہ جاہ وثروت
افلاس کی بج چکی تھی نوبت

دولت سے جو ہاتھ دھو چکے تھے
ہم علم وہنر بھی کھو چکے تھے

وہ فلسفۂ کہن ہمارا
گنجینۂ علم وفن ہمارا

وہ اوج کمال نکتہ دانی
یعنی وہ مسائل معانی

منقول کی انتہائے تکمیل
آئین واصول جرح وتعدیل

ترتیب گذارش دلائل
اس طرح کے اور بھی مسائل

اندوختۂ سلف تھا جو کچھ
وہ لعل تھا یا خزف تھا جو کچھ

تھے ذرۂ خاک۔ یا ستارے
اب کچھ نہیں ہاتھ میں ہمارے

معقول کو۔ فقہ کو۔ ادب کو
ہم ہاتھ سے کھو چکے ہیں سبکو

بیہودہ فسانہائے پارین
زلف وخط وخال کے مضامین

وہ نوک مژہ کی نیزہ بازی
وہ ترک نگہ کی فتنہ سازی

یہ طرز خیال تھا ہمارا
جغرافیۂ وجود سارا؛
کی سیر بھی گرچہ بحر و بر کی
نالوں سے گے دکھائے عجب تماشے
دریا ٹھہرایا چشم تر کو؛
چھیڑا رگ دل کو نیشتر سے
اس کوچۂ تنگ و تار سے ہم
کھایا کیے گو ہزار چکر؛
چرچا یا ذکر تھا۔ تو یہ تھا
اپنی تو ہمین نہ کچھ خبر تھی
لڑپڑتے تھے بات بات مین ہم
دکھلائی کمال دینداری
تکفیر ہمارا ہی چلن تھا
دشمن کو نہ کر سکے موافق
گمراہ تو سیکڑون بنائے؛
خُلقِ نبوی کی تھی یہ تصویر!

یہ فن۔ یہ کمال تھا ہمارا
ہر چند کہ ہمنے چھان مارا؛
لیکن نہ خبر ملی کمر کی
گردون کے اوڑا دیے پرخچے
خون نابہ فشان کہا جگر کو
نالون کو لڑا دیا اثر سے
اس پیچ سے۔ اس حصار سے ہم
تا زیست نکل سکے نہ باہر
جولان گہ فکر تھا۔ تو یہ تھا
اورون کے عیوب پر نظر تھی
ڈوبے تھے تعصبات مین ہم
مومن کو بنا دیا جو ناری؛
زندیق۔ تو تکیۂ سخن تھا
مومن کو بنا دیا منافق؛
رستے پہ نہ ایک کو بھی لائے
آپس مین ہر ایک گرمِ تکفیر؛

تصنیف مین گالیون کی بھرمار — تحریر - کہ لعنتون کا انبار
برپا تھے وہ مسجدون مین فتنے — دیکھے نہ سنے کبھی کسی نے
آپس مین نفاق کا یہ عالم! — یہ اوس سے خفا وہ اس سے برہم
اللہ رے یہ وفورِ غفلت! — سمجھے تھے رواج کو شریعت!
باطل پہ فدا - تو حق سے بیزار! — تقلید پہ کس بلا کا اصرار!
دیندار برائے نام تھے ہم! — وابستۂ رسمِ عام تھے ہم!
تھے رسم و رواج پر فدا سب — تحقیق سے کچھ غرض نہ مطلب
سمجھے نہ ذرا - کہ وقت کیا ہے؟ — کس سمت زمانہ چل رہا ہی؟
نیرنگیون پر نہ کچھ نظر کی — یعنی کہ ہوا ہے اب کدھر کی؟
کیا پیش ہی؟ کیسی صورتین ہین؟ — کیا وقت ہی؟ کیا ضرورتین ہین؟
رنگ روشِ سپہر کیا ہے؟ — اب طرزِ خرام دہر کیا ہے؟
ہین چرخ کی اب نئی ادائین — چلنے لگین اور ہی ہوائین
چھیڑے جو گئے نئے فسانے — نغمہ وہ رہا - نہ وہ ترانے!
پھونکا ہے فلک نے اور افسون — اب رنگِ زمانہ ہی دگرگون
سیارے ہین اب نئی چمک کے — وہ ٹھاٹھ بدل گیے فلک کے
اب صورتِ ملک و دین نئی ہے — افلاک نئے - زمین نئی ہے

سب بھول گیے ہین ماسبق کو
گردون نے اولٹ دیا ورق کو

تیور جو بدل گیے قضا کے؛
ڈھنگ اور ہین چرخ فتنہ زا کے

میخانۂ اولین ہمارا؛
وہ جام - وہ ساتگین ہمارا

وہ لطف کے تذکرے وہ فرصت
وہ گرمیِ انجمن - وہ صحبت؛

وہ سحر و فسونگری زبان کی؛
وہ طرز - وہ شوخیان بیان کی

وہ دُرج دُرِ سخن ہمارا
گنجینۂ علم و فن ہمارا

جو زینت و ساز تھے ہمارے
جو مایۂ ناز تھے ہمارے

جس باغ کے برگ و ساز تھے ہم
یعنی کہ چمن طراز تھے ہم

جو دشت تھا سبزہ زار ہم سے
جس باغ پہ تھی بہار ہم سے

جس بزم کے میگسار تھے ہم؛
جس ملک کے تاجدار تھے ہم

جھونکے جو چلے نئی ہوا کے
آغوش مین آگیا فنا کے

وہ بزم رہی - نہ جام و ساغر
یکبار اولٹ گیا وہ دفتر

دیکھی یہ روش تو پھر خردمند
ہوتے گیے طرز نو کے پابند

گرنے بھی نہ پائے تھے کہ سنبھلے
بدلا جو زمانہ - وہ بھی بدلے

طرز و روشِ زمانہ بحال؛
جس ڈھنگ پہ ہے - چلی وہی چال

یان اور جو قافلے روان ہین
سب بادِ صبا سے ہمعنان ہین

لیکن نقشِ زمین رہے ہم ؛
بیٹھے تھے جہان وہین رہے ہم

گر گر نہ کبھی اوبھر سکے ہم ؛
بگڑے - تو نہ پھر سنور سکے ہم

گو غیر اب اہلِ انجمن ہین ؛
ہم گرم فسانۂ - کہن ہین ؛

ابتک ہین بغفلت آرمیدہ
محوِ چمنِ خزان رسیدہ

ہر چند وہ بزم ہے - نہ احباب
ہم دیکھ رہے ہین پر وہی خواب

گو لطمہ خورِ زمانہ ہین ہم ؛
مخمورِ مے شبانہ ہین ہم ؛

اوس گنجِ گہر پہ ہم ہین نازان
جسکا کوئی جوہری نہین یان

قائم جو وہ انجمن نہین ہے ؛
اِس نقد کا اب چلن نہین ہے

اب عیب ہین سب ہنر ہمارے
ہین پوچھتے کم گہر ہمارے

ازبسکہ ذلیل وخوار ہین ہم ؛
افسانۂ روزگار ہین ہم ؛

ہے اوج پہ بخت بد ہمارا
دیکھے کوئی جذر و مد ہمارا

کیا کوئی سنے فغان ہماری !
دلدوز ہے داستان ہماری

ہم مایۂ عبرتِ جہان ہین ؛
ہم ننگِ زمین و آسمان ہین

ناچار ہین خستہ حال ہین ہم
عبرتکدۂ زوال ہین ہم ؛

مٹنے پہ ہے اب نشان ہمارا
گم گشتہ ہے کاروان ہمارا

کس ندانست کہ منزلگہ مقصود کجاست

این قدر ہست کہ بانگِ جرسے مے آید

ماتم تھا یہی - کہ آئی ناگاہ ۔۔۔ اک سمت سے اک صدائے جانکاہ!

اس شان سے تھی وہ آہِ دلگیر ۔۔۔ پہلو مین اثر بغل مین تاثیر

دل ہاتھ سے سینے مین بلا تھی ۔۔۔ جادو تھی؟ فسون تھی؟ جانے کیا تھی؟

ڈوبی ہمہ تن جو تھی اثر مین ۔۔۔ نشتر سی اوتر گئی جگر مین؛

جس سمت سے آئی تھی وہ آواز ۔۔۔ وہ جلوہ نمائے سحر و اعجاز

جنبش جو ہوئی رگِ اثر کو ۔۔۔ دل تھام کے سب بڑھے ادھر کو

دیکھا - تو وہان بجاہ و تمکین ۔۔۔ آیا نظر ایک پیرِ دیرین

صورت سے عیان جلالِ شاہی ۔۔۔ چہرے پہ فروغِ صبحگاہی

وہ ریشِ دراز کی سپیدی؛ ۔۔۔ چھٹکی ہوئی چاندنی سحر کی

پیری سے کمر مین اک ذرا خم ۔۔۔ توقیر کی صورتِ مجسم؛

وہ ملک پہ جان دینے والا ۔۔۔ وہ قوم کی ناؤ کھینے والا

اوٹھتے ہوے جوش سی برقّت ۔۔۔ ہے مرثیہ خوانِ قوم و ملّت

نالان ہی کہ "اب سے بھی تو جاگو! ۔۔۔ ای خوابِ گران کے سونے والو!

آخر کبتک یہ خوابِ غفلت؟ ۔۔۔ اولٹو تو ذرا نقابِ غفلت؟

تاچند رہوگے مست و سرشار؟ ۔۔۔ اوٹھو! کہ سحر ہوئی نمودار

سوچو تو ذرا کہ حال کیا ہے؟
کس خواب مین ہو؟ خیال کیا ہے؟

غفلت مین جو شب بسر ہوئی ہے
لو اٹھو اوٹھو اسحر ہوئی ہے

کچھ تمکو خبر ہے۔ یا نہین ہے؟
کچھ دل پہ اثر ہے۔ یا نہین ہے

اغیار کے طنز کو بھی سنکر
لگتے نہین کیا جگر پہ نشتر؟

دیکھو تو ذرا یہ حالتِ زار!
کیون قید بلا مین ہو گرفتار؟

ہو گرد رہ صفِ پسین کیون؟
اس بزم مین خوار ہو تمھین کیون؟

کیون تیرِ ستم کے ہو نشانہ؟
بگڑا ہے تمھین سے کیون زمانہ؟

کسنے تمھین اوج سے اوتارا؟
اقبال نے کیون کیا کنارا؟

کیون بار ہو تم دلِ زمین پر؟
کیون برق بلا گری تمھین پر؟

کس پیچ مین رہ گیے ہو پھنسکر؟
کیا ہی کہ اوجڑ گیے ہو بسکر؟

افلاس مین تم جو ہو گرفتار
بیٹھے ہو جو نقشِ پا سے بیکار

شکوے ہین جو بُزدلی کے تمکو
لالے ہین جو نوکری کے تمکو

حرفت کو جو کر چکے ہو غارت
برباد جو ہو چکی تجارت

ہر علم و ہنر سے بیخبر ہو
صنعت مین جو تم شکستہ پر ہو

مدخل جو نہین کمال مین کچھ
وسعت جو نہین خیال مین کچھ

افعال جو سخت مبتذل ہین
تدبیر کے دست و پا جو شل ہین

رونا ہے تمھین اب آج جنکا ؛ خود کردہ ہین کیا علاج اُنکا!
غفلت مین جو خوب سو چکے ہو ہونا جو نہ تھا - وہ ہو چکے ہو
دنیا کے نہ کام کے - نہ دین کے افسوس! رہے نہ تم کہین کے
نکبت کی گھٹا ہے سر پہ چھائی افلاس کی ہر طرف دُہائی
اب عیش نصیب ہے - نہ آرام گھر گھر مین مچا ہوا ہے کہرام ؛
برباد پڑے ہین کارخانے نکبت نے مٹا دیے گھرانے
رونق کا اثر - نہ عیش کی بو اک خاک سی اوڑ رہی ہے ہر سو
اُمید کے دن کی ہو چکی شام خورشید اب آگیا لبِ بام
اب وقت اخیر ہے خبر لو! جو کچھہ کرنا ہو اب بھی کر لو!
تا دیر وہ قوم کا فدائی وہ خضرِ طریقِ رہنمائی
اُٹھتے ہوے جوشِ دل سے پیہم عبرت کا دکھا رہا تھا عالم
افسانۂ غم سنا کے ٹھہرا سوتون کو جگا جگا کے ٹھہرا
جادو کی بھری ہوئی وہ تقریر ہونٹون سے ٹپک رہی تھی تاثیر
ترغیب کے ساتھہ ساتھہ تہدید کچھہ یاس - تو کچھہ نویدِ امید
کچھہ لطف بھی تھا عتاب کیساتھہ تھا زہر یہ شہدِ ناب کے ساتھہ
باتون مین اثر تھا کس بلا کا؟ اکبار جو رُخ پھرا ہوا کا ؛

اُمید کی بڑھ گئی تگ و تاز
خواہش کے بدل گیے ارادے
وہ دوڑ چلے جو پابگل تھے
جو تھا وہ عجیب جوش مین تھا
اب ملک کے ڈھنگ تھے نرالے
تعلیم کے جابجا وہ جلسے
بیتاب ہر ایک جزو کُل تھا

اونچی ہوئی حوصلون کی پرواز
ہمّت نے قدم بڑھائے آگے
آندہی ہوئے جو فسردہ دل تھے
مخمور بھی اتو ہوش مین تھا
اخبار کہین۔ کہین رسالے
گھر گھر مین ترقیون کے چرچے
ہر بار "بڑھے چلو" کا غل تھا

نومیدی از وصال تو طاقت گداز بود
صد جا گرہ زدیم امیدِ بُریدہ را

اسلام کی حالتِ زبون کا
تھا صبر و شکیب کا نہ یارا
تدبیر مرض کی جستجو تھی
"یعنی روش علاج کیا ہو؟
کیا ہو کہ اوبھر چلین ذرا ہم؟
یہ پھانس چُبھی ہوئی نکلجائے
وابستۂ غم کی جان بری ہو

آنکھون مین جو پھر گیا تھا نقشا
غیرت نے دلون کو پھر اُبھارا
ہر بزم مین اب یہ گفتگو تھی
بیمار کو کس طرح شفا ہو؟
اس قید بلا سے ہون رہا ہم
بیمارِ اجل ذرا سنبھل جائے
سوکھی ہوئی شاخ پھر ہری ہو

یہ قوم کی بیکسی تو جائے ۔ یعنی یہ مریض جی تو جائے

تھی بسکہ ہر ایک کو یہی فکر ۔ برسون یہی بحث تھی - یہی ذکر

ہر بزم مین تذکرہ یہی تھا ۔ ہر شخص کا مشغلہ یہی تھا

دانش طلبانِ نکتہ دان نے ۔ عیسیٰ نفسانِ خوش بیان نے

ترتیب دیے بکاوش و کد ۔ بتیس ۳۲ رسالہاے مفرد

لکھے بدلائل و بُراہین ۔ اس بحث پہ مختلف مضامین

وہ نکتہ ورِ حقیقت آگاہ ۔ یعنی مہدی علی ذیجاہ

سید اشرف علی ممتاز ۔ مشتاق حسین نکتہ پرداز

انکے قلمِ گہر فشان نے ۔ آئینِ گذارشِ بیان نے

آسان کردی ہر ایک مشکل ۔ ناطے شدہ رہ گئی نہ منزل

جو بحث تھی دلنشین کی تھی ۔ ہر بات کی چھان بین کی تھی

وہ اسلام کا وہ عروج شاہی ۔ وہ اوج - وہ شانِ کجکلاہی

ایوانِ علوم کی وہ تزئین ۔ تحصیل کمال کے وہ آئین

تکمیلِ فنون مین توغل ۔ اکبار پھر اونکا وہ تنزل

اسطرح غرض کہ جذر و مد کا ۔ کھینچا تھا وہ ٹھیک ٹھیک نقشا

تصویر سی پھر گئی نظر مین ۔ جان آگئی قالبِ اثر مین

اسباب و علل سے بحث کی پھر
یعنی کہ یہ انقلاب نادر

کس بات سے ہی یہ سبب ہوا کیا
وہ باعثِ اوج اب ہوا کیا؟

پھر اصلِ سخن یہ کی جو تقریر
یعنی روشِ علاج و تدبیر

تحقیق کے طے کیے مراحل
وا کر دیے عقدہائے مشکل

تدبیر کی صورتین بتائین
جو جو تھین ضرورتین بتائین

القصہ یہ بات کی تھی تسلیم
یعنی کہ علوم نو کی تعلیم

تدبیرِ شفا جو ہے - تو یہ ہے
اس دکھ کی دوا جو ہی - تو یہ ہے

سہتے ہین جو یون غم و تعب ہم
تدبیر یہی ہے بس کہ "اب ہم

تقویمِ کہن سے ہاتھ اُٹھائین
تہذیب کے دائرے مین آئین

سیکھین وہ مطالبِ نو آئین
یورپ مین جو ہو رہے ہین تلقین

تہذیب کے وہ اصول نایاب
وہ طرزِ معاشرت کے آداب

وہ گنجِ گرانِ دانش و فن
وہ فلسفۂ جدید بیکن

کیپلر کی وہ نکتہ آفرینی
نیوٹن کے مسائل یقینی

اِس فیض سے ہم بھی بہرہ ور ہون
ہم بھی اسی کان کے گہر ہون

جوہر جو کمال کے دکھائین
اِس بزم مین ہم بھی بار پائین

ہمت کے کھُلین جو بالِ پرواز
اس اوج مین ہم بھی ہون عنان تاز

گو صعب نہین ہین یہ مراحل | ہمکو ہے مگر یہ تازہ مشکل
قایم ہین جو آج درس گاہین | جن پر ہین اوٹھی ہوئی نگاہین
سرکار سے ہے قیام جنکو | حاصل ہے قبولِ عام جنکو
اورون کی اگرچہ رہنما ہین | اونکے لیے نسخۂ شفا ہین
جس غم سے مگر تباہ ہین ہم | اوس زخم کے یہ نہین ہین مرہم
اوس درد کی یہ دوا نہین ہین | ناخن یہ گرہ کشا نہین ہین
پیاسے نہین ہم اس ابر ہی کے | درمان یہ نہین ہمارے غم کے
اپنے تو یہ چارہ گر نہین ہین | ہر چندکہ ہین۔ مگر نہین ہین
تعلیم ہی صرف ہو جو مقصود | کافی ہے یہ جس قدر ہے موجود
اوبار کے ہین مگر جو آثار | ہم ایک ہین اور ہزارون آزار
ذلّت سے بھری ہر ایک خو ہے | اخلاق مین سفلہ پن کی بو ہے
آئینِ معاشرت مین بھی ہم | محتاج ہین تربیت کے اسدم
تہذیبِ خیال بھی ہے درکار | تحصیلِ کمال بھی ہے درکار
مقصود ہی دولتِ یقین بھی | تعلیمِ اصولِ شرع و دین بھی
تکمیلِ طریقِ پاکبازی | ترویجِ شریعتِ حجازی
درس لغتِ عرب کم و بیش | اتنی جسے مشکلین ہون درپیش

پھر غیر سے کیا ہو چارہ جوئی؟ | کس کس کا کرے علاج کوئی؟
تدبیر یہ ہے کہ اب سنبھلکر | ہم آپ کھڑے ہون اپنے بل پر
وابستۂ غیر تھے اگر ہم | اب آپ ہون اپنے چارہ گر ہم
اس دشت کو طے کرین سراسر | ہم آپ دلیلِ راہ بنکر
قایم ہو باتفاق باہم | اک مدرسۃ العلومِ اعظم
جو قوم کا مامن و مقر ہو | درمان ہو۔ طبیبِ چارہ گر ہو
وہ کعبۂ آرزو ہمارا | ہر غم مین ہو چارہ جو ہمارا
آئین و اصولِ فن بتائے | آدابِ معاشرت سکھائے
وہ درس کہ خجستہ انجام | ہو پشت و پناہِ قومِ اسلام
ہر عقدۂ آرزو کرے وا | مرکز ہو ہماری حاجتون کا
سامانِ رواے ہر غرض ہو | یعنی کہ دواے ہر مرض ہو
درمان ہو مریضِ خستہ جان کا | مرہم ہو جراحتِ نہان کا"

مشاطہ را بگو کہ براسبابِ حسنِ یار
چیزے فزون کند کہ تماشا بما رسید

والا گہرانِ قوم نے اب | اک مجلسِ تازہ کی مرتب
دیباچۂ نامۂ سعادت | یعنی وہ خزینۃ البضاعت

رائین ہوئین متفق جو سبکی — اب قوم سے یاوری طلب کی
وہ گشتۂ قوم - وہ فدائی ؛ — اوٹھا لیے کاسۂ گدائی ؛
ایک ایک سے عرضِ حال کرتا — در در وہ پھرا سوال کرتا ؛
ہر بزم و ہر انجمن مین پہونچا — ہر باغ مین - ہر چمن مین پہونچا
کاوش سے غرض تھی کچھ نہ کد سے — ملتا تھا ہر ایک نیک و بد سے
مردانِ خدا پرست سے بھی ؛ — رندانِ سیاہ مست سے بھی
ہر زاہد و بادہ خوار سے بھی ؛ — ملتا تھا وہ گل سے خار سے بھی
ٹھہرا جو یہ گرمِ سیر ہو کر ؛ — کعبے بھی گیا وہ دیر ہو کر ؛
مطلب تھا جو خوب و زشت سے بھی — گذرا حرم و کنشت سے بھی
پستی سے بلا فلک کی صورت — ذرّون مین رہا چمک کی صورت
صوفی - عالم - رشید و گمراہ — والا گہرانِ صاحبِ جاہ ؛
دانش طلبانِ نکتہ اندوز — کم حوصلگانِ حیلہ آموز
مطلب کا ہر اک سے تھا طلبگار — ہر خوان سے تھا وہ زلّہ بردار
گذرا وہ ہر ایک رہگذر پر — دی اوسنے صدا ہر ایک در پر
کس بزم مین یہ فغان نہ پہونچی ؟ — آہ اوسکی کہان کہان نہ پہونچی ؟
ہر اک کو یہ ماجرا سنایا ؛ — ہر بزم مین اپنا راگ گایا

نالے کیے داغ دل دکھا کر
رویا کبھی حالِ غم سُنا کر
کیا کیا نہ مصیبتین اُٹھائین؟
ہر طرح کی ذلتین اُٹھائین!
ناکام رہا صدائین دے کر!
دُشنام سُنی دعائین دے کر!
حنظل پائے شکر کے بدلے!
سنگ اوسکو ملے گہر کے بدلے!
لعل اوسنے دیے۔ شرار پائے!
گُل نذر کیے۔ تو خار پائے!
کیا تلخ ملے جواب اوس کو!
کیا کیا نہ دیے خطاب اوس کو!
برگشتہ کہا کسی نے دین سے
لعنت کا صلہ ملا کہین سے
خود قوم کو ہو گئی تھی یہ کد
زندیق کہا۔ کسی نے مرتد!
چرچے تھے یہی زغرب تا شرق
وہ اپنی ہی دھن مین تھا مگر غرق
گو ناوک ظلم کا ہدف تھا
وہ شیفتہ پھر بھی سر بکف تھا
منظور جو قوم کا تھا اعزاز
ذلت پہ بھی اپنی تھا اُسے ناز
دُشنام کو وہ دعا ہی سمجھا!
وہ درد کو بھی دوا ہی سمجھا!
جور اوسنے سہے کرم کے بدلے!
لطف اوسنے کیے ستم کے بدلے!
ہر چند یہ مشکلین تھین درپیش
گو غیر تھے سب یگانہ و خویش
دل کو نہ رہا تھا آسرا بھی
یارون مین وفا نہ تھی ذرا بھی
بیگانہ عزیز و خویش ٹھہرا
سمجھا جسے نوش نیش ٹھہرا

یہ زحمتین گو تھین ساتھ اُسکے | پُرزور تھے پر جو ہاتھ اُسکے
آگے وہ بڑھا۔ ہٹا کے سب کو | طے کر گیا جادۂ طلب کو
آئے تھے جو سنگِ راہ بنکر | سب اوڑ گیے برگِ کاہ بنکر
ناکام رہے وہ جنکو تھی لاگ | خاشاک سے دب سکی نہ یہ آگ
کی خس نے اگرچہ لاکھ تدبیر | صرصر کا نہو سکا عنان گیر
آتش پہ ٹھہر سکا نہ سیماب | خاشاک سے رُک سکا نہ سیلاب
باطل کو جو حق نے کر دیا پست | اب نیست نے پائی صورتِ ہست
آہون نے دکھائی اوسکی تاثیر | کام آئے وہ نالہاے شبگیر
پُرزور جو اوسکی داستان تھی | لبریزِ اثر جو وہ فغان تھی
ٹھنڈے ہوے۔ تھے جو گرم خو بھی | دل تھام کے رہ گئے عدو بھی
ہمت تھی جو شمعِ راہ اوسکی | خالی نہ گئی وہ آہ اوسکی
ہونی تھی کہ قوم کے پھرین دن | نالے نرہے اثر سے کیسے بن
آمادہ ہوے براے امداد | عالی منشانِ صاحبِ داد
وہ اوج فزاے شوکت وجاہ | سرکارِ نظام خلد اللہ
وہ مستندِ عدالت و داد | یعنی وہ رئیس مصطفےٰ باد
وہ صاحبِ سیرتِ رضیہ | دستورِ کبیرِ آصفیہ

تھے ملک مین اور بھی جو ذیجاہ
اسلام کے یاور و ہواخواہ

فیاضیون کے دکھائے آثار
یا ابر کرم ہوا گہربار

امید نے بھی برغم دشمن
بھر بھر لیے اپنے جیب و دامن

وان بحر کرم کو آگیا جوش
یان مطلب و آرزو تھی ہمدوش

پیدا جو ہوا خیال غیرت
یہ تھا اثر کمال غیرت

اس جوش مین بھر گیے بد و نیک
تھا چور اسی نشے مین ہر ایک

نادار تھا یا کہ اہل زر تھا
ہر اک کو یہ مطمح نظر تھا

"روشن ہو یہ شمع راہ حاجت
تعمیر ہو قبلہ گاہ حاجت"

آخر بہزار جاہ و اجلال
طالع ہوا آفتاب اقبال

روشن ہوئی بزمگاہ امید
نکلا افق شرف سے خورشید

قائم ہوا یادگار ایام
وہ مدرسۃ العلوم اسلام

افتتاح کی تھی جو دلربا رسم
کس شان سے یہ ہوئی ادا رسم

مجمع تھا جو اہل علم و فن کا
کچھ ڈھنگ نیا تھا انجمن کا

کس شوق سے تھے شریک صحبت
عالی منشان قوم و ملت

جنکو کہ یہ دھن لگی تھی جی سے
پھولے نسماتے تھے خوشی سے

تھا لارڈ لٹن جو صدر محفل
فرزانہ و ہوشمند و عاقل

بنیاد کے سنگِ اولین کو — رکھا تو کہا کہ اے عزیزو!
گو سرورِ انجمن ہے یورپ — سرچشمۂ علم و فن ہے یورپ
با ایں ہمہ جاہ و شوکت و فر — ہم اہلِ عرب کا سایہ پرور
سیکھے ہین اُصولِ فن اُنھین سے — لی ہے روشِ سخن اُنھین سے
ہون آج جو مین شریکِ محضر — رکھتا ہون جو اِس بنا کا پتھر
مقصود ہے۔ یہ چاہتا ہون — اوس حق سے کسی قدر ادا ہون
خالق سے دعا ہی اب کہ جاوید — روشن رہے یہ چراغِ امید!
ذرہ ہے تو مہرِ آسمان ہو! — قطرہ ہے تو بحرِ بیکران ہو!

از شرحِ قصہ ما رفتہ خواب از چشمِ خاصان را
شب آخر گشتہ و افسانہ از افسانہ میخیزد

یہ حاصلِ نالہاے شبگیر — یہ قوم کی آرزو کی تصویر
یہ اوج دہِ خیالِ اُمید — یہ قوم کا نونہالِ اُمید
صد شکر کہ آج بارور ہے — جو شاخ ہے اوسکی پُرثمر ہے
لایا ہے وہ برگ و بار کیسا! — اعدا کو ہے خار خار کیسا!
بخت اوسکا جو آج اوج پر ہے — ہر لحظہ بہ رونقِ دگر ہے
یہ اوس کی ترقیون کا ہے طور — کل اور تھا آج ہو گیا اور

پہلے سے یہ آب و تاب ہی آج   کل شمع تھا - آفتاب ہے آج
اس چشمۂ فیض سے ہے سیراب   بنگال سے تا حدود پنجاب
دانش طلبانِ قوم اکثر   ہین جمع ہر اک جگہ سے آکر
کس نخل کے یان ثمر نہین ہین؟   کس کان کے یان گہر نہین ہین؟
اس باغ مین کوئی آکے دیکھے   اسلام کے ہونہار پودے
ہرچند یہ اوج ہے! یہ شان ہی!   وہ بات مگر ابھی کہان ہے؟
سامان جو اتنے کچھ بہم ہین؛   ہرچند بہت ہین - پھر بھی کم ہین
جس دشت مین فکر ہے عنان تاز   جس اوج پہ ہی ہوس کی پرواز
جو پیش نہادِ آرزو ہے؛   جس سمت عنانِ جستجو ہے
جس کے لیے ناصبور ہین ہم   اوس حد سے ہنوز دور ہین ہم -
ناطے شدہ منزلِ طلب ہے   اُمید ہنوز تشنہ لب ہے
باقی ہین بہت سے کام ابتک   تعمیر ہے ناتمام ابتک
آتا ہے یہان جو کوئی ممتاز   سُنتا ہے یہ بام و در سے آواز
"اے قوم! کہان ہے تو کدھر ہے   کیون حال سے میرے بیخبر ہے؟
تو - اور مری خبر نہ لے - قوم!   کس نیند مین سو گئی ہی؟ ای قوم!
جو لوگ دکھا چُکے ہین ہمت   اونسے تو نہین ہی کچھ شکایت

افسوس تو اونپہ ہے کہ اب بھی
ہین گم شدۂ رہِ ترقی !

جلوے سے جو دکھا رہا ہے ادبار
اوہام غلط مین ہین گرفتار

ابتک بھی جو برسرِ کجی ہین
گو اپنے ہین - پھر بھی اجنبی ہین

پسچ یہ ہی کہ جب ضد آپڑی ہے
پھر قوم کی اونکو کیا پڑی ہے!

گو قوم شکستہ حال ہوجاے
برباد ہو - پائمال ہوجاے

افلاس مین ٹھوکرین بھی کھائے
اغیار کے ناز بھی اوٹھائے

پوچھے کوئی بد نہ نیک اوسکو
ٹھکرا کے چلے ہر ایک اوسکو

سہنے ہین پڑے اوسی شب و روز
اغیار کے طعنہ ہاے دلدوز

یاور نہ کوئی - نہ چارہ گر ہو
ہے خوار - تو اور خوار تر ہو

ہر ایک کے دل پہ بار ہو کر
مٹ جاے ذلیل و خوار ہو کر

یہ سب ہو - پر اونکی ضد بنجائے
حق بات کبھی نہ دل مین آئے

گو قوم پہ لاکھ آفتین آئین
ممکن ہے کہ یہ ذرا بدلجائین؟

جاتے نہین وہم باطل اسکے
پتھر سے بنائے ہین دل انکے

اتنے جو نہ کج خیال ہوتے
کیون آج شکستہ حال ہوتے؟

سید سے اگر ہے بغض للہ
وہ خادمِ قوم اگر ہے گمراہ

کچھ آپ ہی انتظام کرتے
اسلام کو نیکنام کرتے!

باتین نه فقط بنا کے رہتے
جو مُنہ سے کہا دکھا کے رہتے
اسلام کی دوستی - تو یہ تھی
اُلفت کی دلیل تھی - تو یہ تھی
یہ وقت جو آپڑا ہے مشکل!
ہے پردہ کشاے حق و باطل
اِک عرضہ گہِ قبول و رد ہے!
معیارِ تمیزِ نیک و بد ہے
یان حال کُھلے گا این و آنکا
دنگل ہے وفا کے امتحان کا

اے مدّعیانِ حُبِّ اسلام!
حجرون مین تو اب کرو نہ آرام!
دعوے ہین - تو کچھ ہنر دکھاؤ
ہمّت کے قدم ذرا بڑھاؤ!
دیکھو! رہِ جستجو یہی ہے
میدان یہی ہے اگو یہی ہے
اندازِ عرب اگر ہے خو مین!
باقی ہے وہ جوش اگر لہو مین!
موقع ہے یہی ہنر دکھاؤ!
جو کہتے تھے آج کر دکھاؤ!
کر دو جو گذشتہ کی تلافی!
ثابت ہو زمانے پر کہ اب بھی
گو دورِ فلک ہوا دگر گون!
پھر بھی تو رگون مین ہی وہی خون!
اسلاف کے وہ اثر ہین اب بھی!
اِس راکھ مین کچھ شرر ہین اب بھی!
اِس حال مین بھی روش وہی ہے
دن ڈھل بھی گیا تپش وہی ہے!
اِس جام مین ہے شراب باقی!
ابتک ہے گہر مین آب باقی!
گو خوار ہین طرز و خو وہی ہی
مرجھا گیے پھول - بو وہی ہی!

هـذا ۔ ولقد بلغت اقصاہ
فَاسْعَوا! وَتوَکَّلُوا عَلَی اللہ !

راقم

سرگزشتِ عہدِ گل را ہم زشبلیؔ بشنو
عندلیب آشفتہ ترگفتست این افسانہ را

اصل میں یہ شعر نظیری کا ہے ۱۲ منہ

دعا الخیر